محمد حمزہ فاروقی☆

مکاتیبِ مشاہیر بنام رفیق خاور

Letters by renowned writers addressed to Rafiq Khawar
By *Muhammad Hamza Farooqi, Scholar, Karachi.*

Rafiq Khawar (1908-1990) was a poet, prose-writer and scholar. He edited 'Maahe-e-Nau', a literary Urdu magazine published by government of Pakistan's information department. As editor he would receive letters from renowned writers and poets. This article proffers such letters written to Rafiq Khawar. The letter-writers include Jagan Nath Azad, Ibn-e-Insha, Abul Jalal Nadvi, Ashraf Suboohi, Ahmed Nadeem Qasmi and Intizar Hussain. These letters let the readers see through the persona and glimpses of some writers' real faces can be seen. Some interesting information can also be extracted from these letters. The author has written footnotes with references and has explained some background where necessary.

رفیق خاور ۱۵؍فروری ۱۹۰۸ء کوراول پنڈی میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام محمد رفیق حسین تھا لیکن انھوں نے رفیق خاور کا قلمی نام اختیار کیا۔ ان کے خاندان میں علمی روایات پروان چڑھیں۔ بڑے بھائی ڈاکٹر محمد صادق تصنیف و تالیف اور تدریس سے وابستہ رہے، نامور شاعر تصدق حسین خالد بھی ان کے بڑے بھائی تھے۔ اس ماحول میں رفیق خاور صاحب کے دل میں خدمتِ علم وفن کا جذبہ بیدار ہوا۔ دورانِ تعلیم آپ نے اسرارِ خودی اور دیوانِ غالب کا مطالعہ شرح کی مدد سے کیا۔ آپ نے اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے (آنرز) فارسی میں کیا اور بعد میں پنجاب یونی ورسٹی سے ایم اے (انگریزی) ایم اے (فارسی) اور ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد آپ اسلامیہ کالج لاہور میں لیکچرر منتخب ہوئے۔

جنگِ عظیم دوم کے دوران میں خاور صاحب آل انڈیا ریڈیو سے بحیثیت براڈ کاسٹر وابستہ ہوئے۔ جب پاکستان

☆ محقق و تاریخ داں، کلفٹن، بلاک ۴، کراچی

بنا تو آپ کراچی منتقل ہوئے اور وزارتِ اطلاعات ونشریات سے متعلق ہوئے۔ سرکاری رسالہ ماہِ نو کا اجرا ہوا تو پہلے نائب مدیر اور بعد ازاں مدیر منتخب ہوئے۔ آپ ڈپٹی ڈائریکٹر کی حیثیت سے سرکاری ملازمت سے سبک دوش اور ''اردو لغت بورڈ'' سے وابستہ ہوئے۔ آپ کا ۱۴رمئی ۱۹۹۰ء کو کراچی میں انتقال ہوا تھا۔

رفیق خاور نے محقق، مترجم اور شاعر کی حیثیت سے بے مثال خدمات انجام دیں۔ آپ نے انگریزی، فارسی اور پنجابی نظموں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ غالب کی مثنوی ابرِ گہر بار اور پنجاب کے کلاسیکی ادب کے شاہ کار ہیر وارث شاہ کو اردو میں منتقل کیا۔ آپ کو کلامِ اقبال سے خاص رغبت و مناسبت تھی۔ چناں چہ آپ نے جاویدنامہ، پس چہ باید کرد اور پیامِ مشرق کے اردو میں منظوم تراجم کیے۔ آپ نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ شکوہ اور جوابِ شکوہ کو فارسی میں اور بانگِ درا اور پیامِ مشرق کو پنجابی میں منتقل کیا۔ ترجمے کا فن بے حد دشوار ہے، خاص طور پر شاعری کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا آسان نہیں، کیوں کہ شاعری کا وجدان اور تہذیب سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ عموماً شاعری کے تراجم میں غیر زبان کے شاعر کے جذبات و احساسات کی ایک حد تک ترجمانی کی جاسکتی ہے لیکن اس میں تخلیقی انداز برقرار رکھنا بے حد دشوار ہوتا ہے۔

رفیق خاور کی ترجمہ دانی نظم پر تمام نہ ہوئی بلکہ آپ نے فضل احمد کریم فضلی کے ناول خونِ جگر ہونے تک کو انگریزی میں منتقل کیا اور ٹی ایس ایلیٹ کی نظم ویسٹ لینڈ کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے منتخب کلام کو اردو کے پیراہن میں پیش کیا۔

رفیق خاور صاحب نے اپنے مجموعۂ کلام کو ریختہ رشکِ فارسی کے نام سے مرتّب کیا تھا۔ یہ عنوان غالب کے ایک شعر سے اخذ کیا گیا تھا۔

اس مجموعے کے علاوہ خاور صاحب کی تصانیف ذیل میں درج ہیں:[۱]

(۲) خاقانئ ہند (۳) اقبال اور اس کا پیغام (۴) ابرِ گہر بار (۵) پدما سے چناب تک (۶) ہماری موسیقی (۷) پاکستان کے گیت (۸) گیت مالا (۹) گندھی مالا (۱۰) بیگم سلمیٰ تصدق حسین کے اشتراک سے لکھا گیا ناول قلوپطرہ (۱۱) ڈراما شاہ جہاں (۱۲) حرفِ نشاط آور (فارسی)۔

یہاں رفیق خاور کے نام جن مشاہیر کے خطوط پیش کیے جا رہے ہیں ان میں سے چند کا مختصر تعارف بھی پیش ہے:

جگن ناتھ آزاد[۲]

جگن ناتھ آزاد ۵ر دسمبر ۱۹۱۸ء کو ضلع میانوالی کے قصبے عیسیٰ خیل میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد تلوک چند محروم

قصبے کے اسکول میں معلم اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ جگن ناتھ آزاد کی ابتدائی تعلیم آبائی قصبے میں ہوئی اور انھوں نے میٹرک میانوالی سے کیا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں ڈی اے وی کالج، راول پنڈی، سے انٹر پاس کیا۔ آپ نے ۱۹۳۷ء میں گورڈن کالج، راول پنڈی، سے بی اے کیا اور ۱۹۴۴ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے فارسی میں ایم اے کیا۔

اسکول کے زمانے میں نظم گوئی شروع کی۔ انٹر میں تھے تو کالج میگزین کے مدیر مقرر ہوئے۔ ان کا پہلا مقالہ اقبال کی منظر نگاری تھا جو میاں بشیر احمد کے رسالے ہمایوں میں شائع ہوا۔ آپ ۱۹۴۱ء میں ادبی دنیا لاہور کی مجلسِ ادارت میں شامل ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں روزنامہ جے ہند کے مدیرِ معاون منتخب ہوئے۔ آزادی کے بعد دہلی چلے گئے اور روزنامہ ملاپ کے مدیرِ معاون بنے لیکن روزنامے کی صحافت ان کے مزاج سے لگّا نہ کھاتی تھی۔ چناں چہ آپ نے پبلی کیشنز ڈویژن حکومتِ ہند کی ملازمت اختیار کی اور سرکاری جریدہ آج کل (اردو) کے مدیرِ معاون منتخب ہوئے۔

آپ ۱۹۶۶ء میں منسٹری آف ورکس اینڈ ہاؤسنگ میں انفارمیشن آفیسر مقرر ہوئے۔ جنوری ۱۹۶۸ء میں پریس انفارمیشن بیورو میں ڈپٹی انفارمیشن آفیسر متعین ہوئے اور ۱۹۷۳ء میں انھیں اس شعبے میں ڈائریکٹر کی حیثیت ملی۔ ۸۰۔ ۱۹۷۷ء تک آپ جموں یونی ورسٹی میں اردو کے پروفیسر اور صدرِ شعبہ رہے۔ ۱۹۸۲ء میں آپ پروفیسر ایمریطس منتخب ہوئے۔ آپ ۲۴/ اگست ۲۰۰۴ء کو فوت ہوئے۔

جگن ناتھ آزاد اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ بے تعصب اور وسیع المشرب انسان تھے۔ انھوں نے ہمیشہ اردو، پاکستان اور مسلمانانِ ہند کی حمایت کی اور شعری تصانیف اور ادبی مقالات کا قابلِ ذکر ذخیرہ چھوڑا۔ اقبال ان کا موضوعِ خاص رہا۔

ابنِ انشا(۳)

ابنِ انشا، شیر محمد خان کا قلمی نام تھا۔ ان کے والد کا نام منشی خان تھا، اسی مناسبت سے آپ ابنِ انشا کے قلمی نام سے معروف ہوئے۔ آپ ۱۵/ جون ۱۹۲۷ء کو ضلع جالندھر کی تحصیل پھلور میں پیدا ہوئے۔ بی اے پنجاب یونی ورسٹی سے آزادی سے پہلے کیا تھا اور خاصے طویل عرصے کے بعد ۱۹۵۸ء میں کراچی یونی ورسٹی سے اردو میں ایم اے کیا۔ آپ معروف مزاح نگار، صاحبِ اسلوب ادیب اور شاعر تھے۔ آزادی سے قبل آل انڈیا ریڈیو سے اور پاکستان بننے کے بعد آپ ریڈیو پاکستان سے وابستہ رہے تھے۔

آپ نے روزنامہ امروز، جنگ اور اخبارِ جہاں میں مزاحیہ کالم نگاری کی۔ آپ ۱۹۷۵ء۔ ۱۹۶۲ء تک سیکریٹری اور بعد ازاں ڈائریکٹر ''نیشنل بک سینٹر'' رہے۔ ۱۹۷۷ء۔ ۱۹۷۵ء تک ڈائریکٹر بک کونسل رہے۔ اس حیثیت میں انھیں دنیا کے مختلف ممالک میں جانے اور دل چسپ سفرنامے لکھنے کا موقع ملا۔ آپ کا ۱۱/ جنوری ۱۹۷۸ء کو لندن میں انتقال ہوا تھا۔

مولانا سیّد ابوالجلال ندوی(۴)

مولانا سیّد ابوالجلال ندوی کا آبائی گاؤں محی الدین پور ضلع اعظم گڑھ تھا لیکن آپ کی پیدائش ۱۸۹۴ء میں چریا کوٹ میں ہوئی۔ جب آپ تیرہ برس کے تھے تو والدہ فوت ہوگئیں اور نانی نے ان کی پرورش کی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لیے آپ نے گورکھ پور کے ایک اسکول میں آٹھویں درجے میں داخلہ لیا لیکن اسکول میں ان کا جی نہ لگا اور بے سروسامانی کے عالم میں لکھنؤ چلے آئے۔ یہاں آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلما میں داخلہ لیا۔ یہاں علمی پیاس بجھانے کے علاوہ خورد ونوش اور رہائش کا انتظام بھی تھا۔ اس ماحول میں سیّد ابوالجلال صاحب کے علمی جوہر چمکے۔ ممتاز علما سے علمِ دین کے علاوہ معقولات ومنقولات کے اسباق حاصل کیے اور الٰہ آباد بورڈ سے عالم کا امتحان پاس کیا۔ یہاں رہتے ہوئے آپ نے دینی موضوعات پر مقالات لکھے اور ان مضامین کو رسالہ معارف تک رسائی میسر آئی۔

ان کے علم وفضل سے سیّد سلیمان ندوی اس درجے متاثر ہوئے کہ ۱۹۲۳ء میں انھیں دارالمصنّفین میں رفیقِ علمی کی حیثیت سے بلایا۔ یہاں رہ کر آپ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور تاریخ میں درجۂ کمال تک پہنچے۔ ان علوم کے علاوہ ابوالجلال صاحب نے عربی، فارسی، انگریزی، عبرانی، ہندی اور سنسکرت زبانیں سیکھیں اور آریہ سماجی مناظر سے مقابلے کے لیے وید، گیتا اور اپنشد تک رسائی حاصل کی۔ آپ ۱۹۲۸ء تک دارالمصنّفین سے وابستہ رہے اور ان کے مضامین معارف اور دیگر علمی رسائل میں چھپتے رہے۔

اس کے بعد سیٹھ جمال محمد مدراسی کے قائم کردہ جمالیہ کالج سے بطور پرنسپل وابستہ ہوگئے۔ اس دور میں آپ نے قدیم کتبات، مٹی کی تختیاں اور مہریں پڑھنے میں کمال حاصل کیا۔ ۱۹۴۶ء میں آپ نے دوبارہ دارالمصنّفین سے تعلق جوڑا۔ کچھ عرصہ یہاں گزارنے کے بعد پھر جمالیہ کالج سے تعلق استوار کیا۔

آزادی کے بعد آپ کی تین بیٹیاں اور بیٹا کراچی منتقل ہوگئے لیکن ابوالجلال صاحب بھارت میں رہے۔ سیاسی خیالات کے اعتبار سے آپ کانگریس سے قریب تھے۔ کچھ عرصے بعد ان کی اہلیہ بھی کراچی چلی گئیں، اس وقت آپ نے بھی کراچی کے لیے رختِ سفر باندھا اور ہجرت فرمائی لیکن علم وفضل اور فن وبصیرت کا حامل شخص کراچی میں گوشۂ تنہائی کا اسیر ہوگیا۔ آپ کا نومبر ۱۹۸۴ء میں انتقال ہوا۔

اشرف صبوحی(۵)

سیّد ولی اشرف کا قلمی نام اشرف صبوحی تھا۔ مشہور صوفی بزرگ جہانگیر اشرف آپ کے اسلاف میں تھے۔ اشرف صبوحی صاحب ۱۱/مئی ۱۹۰۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سیّد علی اشرف تھے۔ یہ بہت دین دار

بزرگ تھے۔ ولی اشرف صاحب نے خاندانی روایات کا زندگی بھر پاس رکھا۔ آپ نے اپنے والد اور پھوپھا مولوی بشیرالدین احمد (مولوی نذیر احمد دہلوی کے بیٹے) سے ابتدائی تعلیم پائی۔ اینگلوعربک اسکول دلّی سے انٹرنس پاس کیا اور مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پنجاب یونی ورسٹی سے پاس کیے۔ یکم اپریل ۱۹۲۸ء کو ڈاک خانے کی ملازمت اختیار کی اور عرصۂ ملازمت دہلی اور لاہور میں بتایا۔ ۱۹۶۴ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو حکیم محمد سعید نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ افسرِ تقریبات کی حیثیت سے ''شامِ ہمدرد'' کا اہتمام کرنے لگے۔ جب آنکھوں سے معذور ہوئے تو ملازمت ترک کردی اور کچھ عرصے بعد کراچی منتقل ہوگئے۔ ۱۹۸۵ء میں بیگم فوت ہوئیں اور ۲۲/اپریل ۱۹۹۰ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

۱۹۲۹ء میں آپ نے دہلی سے رسالہ ارمغان جاری کیا لیکن ۱۹۳۰ء میں جب ان کے پھوپھی زاد بھائی شاہد احمد دہلوی نے رسالہ ساقی کا اجرا کیا تو آپ نے کمال ایثار کا ثبوت دیا اور اپنا رسالہ بند کردیا۔ ۱۹۴۳ء میں انجمن ترقیٔ اردو نے اشرف صاحب کی تصنیف دِلی کی چند عجیب ہستیاں شائع کی۔ اشرف صبوحی صاحب کو ۱۸۵۷ء سے قبل کی تہذیب وتمدن سے لگاؤ تھا۔ اس مٹی ہوئی دلّی کی تہذیب کو آپ نے تخلیقی سطح پر اپنی کہانیوں اور خاکوں کے ذریعے زندہ کیا۔ ان کا کمال یہ تھا کہ عوامی کرداروں کو اپنے جان دار اسلوب کے ذریعے زندگی بخشی۔ بیسویں صدی کے چوتھے اور پانچویں عشرے میں آپ نے بچوں کے لیے کہانیاں، خاکے اور افسانے لکھے۔ بن باسی دیوی، بغداد کا جوہری اور موصل کے سوداگر اسی دور میں شائع ہوئے۔ یہ تینوں تراجم تھے۔ ان میں اصل سے مکمل وفاداری تو نہ تھی لیکن اصل کی روح سے ہم آہنگی تھی۔ ان کے خاکوں اور افسانوں کا مجموعہ جھروکے ۱۹۴۴ء میں چھپا تھا۔

اشرف صبوحی کو دہلی کی تہذیب وتمدن سے عشق تھا۔ آزادی کے بعد جب مسلمانوں کے لیے سرزمینِ ہند تنگ ہوگئی تو انھوں نے بادلِ نخواستہ نئے وطن پاکستان ہجرت کی اور لاہور کو مسکنِ ثانی بنایا۔ یہاں انھوں نے دہلی کے اہلِ حرفہ اور عوام کے شب و روز کے مشاہدے کو خاکوں کا روپ دے کر غبارِ کارواں تصنیف کی۔ بچوں کی کہانیاں اپنے منفرد اسلوب میں پیش کیں۔ ایک انگریزی ناول کا دھوپ چھاؤں کے عنوان سے ترجمہ کیا اور اقوالِ حضرت علیؓ کو نجف کے موتی نامی تصنیف میں عربی سے اردو میں منتقل کیا۔

احمد ندیم قاسمی(۲)

قاسمی صاحب کا اصل نام سیّد احمد شاہ تھا۔ ان کا پیروں کے خاندان سے تعلق تھا۔ آپ ۲۰/نومبر ۱۹۱۶ء کو موضع انگہ ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے۔ بی اے کرنے کے بعد آپ محکمۂ آب کاری میں ملازم ہوگئے۔ یہ ملازمت آپ کے

رجحانِ طبع کے مطابق نہ تھی اس لیے کچھ عرصے بعد اسے ترک کر کے ادب وصحافت سے ناتا جوڑا۔ آپ نے کالم نگاری، شاعری اور افسانہ نویسی سے شہرت کمائی۔ تیس کی دہائی میں آپ کی نظمیں روزنامہ انقلاب لاہور میں چھپتی رہیں۔ آپ ۱۹۴۵ء۔ ۱۹۴۳ء ماہ نامہ ادبِ لطیف کے مدیر رہے۔ اس کے علاوہ رسالہ سویرا میں بھی کچھ عرصے کام کیا۔ منھ کا ذائقہ بدلنے اور زائد آمدنی کے حصول کے لیے پھول اور تہذیبِ نسواں کے لیے افسانے اور کہانیاں لکھیں۔ آزادی کے بعد سہ ماہی نقوش کے مدیر منتخب ہوئے۔ لاہور سے روزنامہ امروز کا اجرا ہوا تو ۱۹۵۳ء میں اس کے مدیر بنے اور یہ ذمے داری ۱۹۵۹ء تک نباہی۔ آپ نے ۱۹۶۳ء میں سہ ماہی فنون جاری کیا اور زندگی بھر اس کے مدیر رہے۔ اس دوران میں روزنامہ امروز، جنگ اور حریت میں کالم نگاری کا شغل جاری رہا۔ آپ انجمن ترقی پسند مصنّفین کے وابستگانِ قدیم میں شامل تھے لیکن غالی ترقی پسندوں کو آپ کا مذہب سے لگاؤ اور پاکستان سے لازوال وفاداری ایک آنکھ نہ بھائی۔ ۱۹۷۳ء میں آپ ناظمِ مجلسِ ترقیٔ ادب، لاہور، بنے۔ اس ادارے سے آپ کی وابستگی تادمِ مرگ برقرار رہی۔ آپ کا ۱۰/ جولائی ۲۰۰۶ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔

—۱—

(خطوط بنام رفیق خاور)

جگن ناتھ آزاد، ایم اے
اسسٹنٹ ایڈیٹر
آج کل (اردو)(۷)

XII 8828 Naya Mohalla,
Pull Bangash, Delhi.

مؤرّخہ ۲۵/ جولائی ۱۹۵۱ء

محترمی تسلیم

گرامی نامہ ملا۔ ممنون ہوں۔

آپ نے میرے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے، یہ آپ کی محبت ہے، ورنہ:

نایاب نہیں متاعِ گفتار
صد انوری و ہزار جامی

اگر وقفہ مل سکے تو حضرتِ جوش کے متعلق دوبارہ کچھ لکھ دیجیے۔ میں ڈیڑھ دو ماہ تک انتظار کرسکتا ہوں۔ کتاب ابھی ابتدائی مرحلوں میں ہے۔

ستاروں سے ذرّوں تک اور بیکراں پر مشترکہ تبصرہ شائع کر دیجیے۔ بیکراں آپ کے دفتر میں پہلے سے موجود ہے، نہ ہو تو بھجوادوں۔

نظم کے متعلق غالباً آپ نے کسی اور رسالے میں شائع کرانے کے متعلق میری رائے پوچھی ہے۔ اگر یہ ماہِ نو میں شائع نہیں ہو رہی تو ماہِ نو کے بعد رسالے کا انتخاب مجھ پر چھوڑیے۔ یہ کسی اور رسالے کو اشاعت کے لیے نہ دیجیے۔

اُمید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ جوش کے متعلق آپ کے مضمون کا انتظار کروں گا۔

والسلام

نیازمند

آزاد

—۲—

پبلی کیشنز ڈویژن

اولڈ سیکریٹریٹ، دہلی

۵/اکتوبر ۱۹۵۱ء

پیارے بھائی!

سنا ہے میری نظم پہلی منزل کہیں چھپ گئی ہے، کہاں چھپی ہے۔ ذرا اس رسالے کے مدیر سے کہیے کہ اس شمارے کی ایک کاپی مجھے بھی بھجوا دیں۔ ماہِ نو میں کیوں نہ چھپی؟ کیا سرکاری نقطۂ نگاہ سے کوئی بات اس میں قابلِ اعتراض تھی؟ یہ بھی لکھیے کہ میری کتابوں پر تبصرہ ماہِ نو میں آپ نے ابھی تک کیوں شائع نہیں کیا؟ 'میں سمجھتا نہیں آپ کی مصروفیت (یا کاہلی) رکاوٹ بن رہی ہے۔ ممکن ہے مزید تاخیر سے میرا یہ شکوہ رنجش میں تبدیل ہونا شروع کر دے۔

آپ میری کتابوں پر تبصرہ کر لیں تو جوش کے متعلق مضمون کی یاددہانی کراؤں۔ اس ہفتے کی ڈاک سے جنوبی ہند میں دو ہفتے بھیج رہا ہوں لیکن پہلے تبصرہ نظم کی کتابوں پر کیجیے۔

آزاد

جناب رفیق خاور، ایڈیٹر ماہِ نو (ماہانہ)
Government Publications,
Karachi. W. Pakistan

—۳—

Jagan Nath Azad, M. A.
Assistant Editor
AJKAL (Urdu).

XII 8828 Naya Mohalla,
Pull Bangash, Delhi.

مؤرّخہ ۱۳/ مارچ ۱۹۵۳ء

پیارے بھائی

آج آپ کا خط ملا اور یہ اطلاع بہت تعجب کا باعث ہوئی کہ گزشتہ ہفتے میرا کوئی خط آپ کو نہیں ملا۔ میں نے کوئی دس دن ہوئے آپ کو ایک خط لکھا تھا جس میں کوئی خاص بات تو نہیں تھی لیکن یہ تھا کہ ماہِ نو مجھے باقاعدہ ملنا شروع ہوگیا ہے اور میں نے یہ امید ظاہر کی تھی کہ اب آپ کی توجہ سے یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

قومی زبان میں بیکراں اور ستاروں سے ذرّوں تک کے تبصرے کے متعلق یہی کہنا ہے کہ ان دونوں کتابوں پر بے شمار تبصرے شائع ہوئے ہیں لیکن ان تبصروں کی تعداد بہت ہی کم ہے جو میں نے اپنے پاس سنبھال کر رکھ لیے ہیں اور قومی زبان کا تبصرہ ان میں [سے] ایک ہے۔

ماہِ نو کے تبصرے کو بھی میں بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر سمجھتا ہوں۔

یہ ماہِ نو پر ایک مہینے [سے] حسرت صاحب کا نام نظر نہیں آیا۔ وہ اب چلے گئے؟ ان دنوں کہاں ہیں؟

شجاع احمد زیبا نے انجمن کے پنجاہ سالہ جشن میں شرکت کے لیے یاد فرمایا ہے۔ ابھی بہت وقت ہے۔ نہ جانے اس وقت مصروفیات کا کیا عالم ہو لیکن اس وقت تو شریک ہونے کا ارادہ ہے۔ میں نے انھیں لکھا ہے کہ آپ ہوائی جہاز کے ریٹ میں تین چار سو روپیہ ڈال رہے ہیں، اس کے ساتھ میرا خیال کیوں نہیں کرتے۔ مجھے کم از کم اتنی اہمیت تو دیجیے جو آپ اورینٹ ایئرویز یا آئی این اے کے طیارے کو دے رہے ہیں۔ دیکھیں وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

بہرطور دوستوں سے ملنے کے لیے یہ ایک اچھی صورت ہے۔ ستاروں سے ذرّوں تک کا دوسرا ایڈیشن اسی ہفتے ''مکتبۂ شاہراہ'' نے شائع کیا ہے۔ اِن شاء اللہ کل اس کی ایک کاپی رجسٹری کے ذریعے سے آپ کو بھیج دوں گا۔ بیکراں ختم ہوچکی۔ ایک جِلد بھی کسی کے پاس نہیں۔ میرے پاس بھی نہیں۔ مجبوری ہے ورنہ آپ کی نذر کرتا۔ نئے ایڈیشن کے لیے کسی پبلشر کی تلاش میں ہوں۔

ابھی عرش [ملسیانی] صاحب آئے تھے۔ میں نے آپ کا خط انھیں دکھایا ہے۔ انھوں نے کئی بار آپ سے

آج کل کے لیے کچھ لکھنے کی فرمائش کی ہے لیکن آپ نے کبھی کچھ نہیں بھیجا۔ انھیں بھی آپ سے گلہ ہے اور مجھے بھی۔ امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام
آپ کا اپنا
آزاد

[پس نوشت]
عرش صاحب کی دو نئی کتابیں چھپ رہی ہیں۔ چنگ و آہنگ، نظم و غزل اور ایک مجموعہ مقالات کا۔

—۴—

Publications Division
Ministry of Information and
Broadcasting
Old Secretariat, Delhi

India's Leading Urdu
Illustrated Monthly on
Foreign Affairs.
Bisat-e-Alam

برادرم، تسلیم

اب کے کراچی کا سفر پہلے کی بہ نسبت بہتر رہا۔ آپ سے اور دوسرے احباب سے ملاقات کے لیے کچھ نہ کچھ وقت ملتا ہی گیا۔ کراچی سے روانہ ہو کر کچھ دن لاہور اور راولپنڈی میں قیام کیا۔ پھر میری بیوی کی علالت کی اطلاع ملی اور میں کوہ مری کی سیر کا پروگرام منسوخ کر کے واپس دہلی پہنچ گیا۔

بیوی کی علالت کے باعث مجید ملک کے مضامین کے بارے میں ابھی تک کچھ دریافت نہیں کر سکا۔ اب وہ صحت یاب ہو چکی ہیں اور میں نے دو ایک حضرات کو خطوط لکھے ہیں۔ اسی ہفتے کہیں نہ کہیں سے فائل مل جائے گی۔ اس کے بعد مضامین نقل کرا کے آپ کو بھیج دوں گا۔ ماہِ نو کے کچھ پرچوں کی مجھے ضرورت ہے۔ ذرا فرصت ملے تو ایک فہرست مرتّب کر کے آپ کو بھیج دوں گا۔

ایک تازہ اور غیر مطبوعہ نظم آپ کو ماہِ نو کے لیے بھیج رہا ہوں۔ ''یقینِ بے گماں۔'' اس ترکیب کے بارے میں، میں نے تحقیق کر لی ہے۔ پرانے فارسی شعرا کے کلام میں یہ ترکیب ملتی ہے، اس کے باوجود اگر آپ مناسب نہ سمجھیں تو اس کا عنوان ''قرب و بُعد'' رکھ لیں۔ مصرع میں ''یقینِ بے گماں'' رہنے دیں، اس کا کوئی حرج نہیں۔ عنوان کی بات اور ہے۔

اُمید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔
عزیز احمد کو میرا اسلام کہہ دیجیے گا۔

نیازمند
جگن ناتھ آزاد
۲۶رنومبر ۱۹۵۳ء

رفیق خاور کا خط بنام ابنِ انشا

—۱—

ماہِ نو
۴رجنوری ۱۹۵۳ء

پاکستان پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۰۷، کراچی

بھیا، تسلیم!

آپ کے تازہ ترین فوٹو [کی ضرورت ہے]۔ یہ فروری کے شمارے میں شائع ہوگا۔ کل ضرور بالضرور پہنچا دیجیے۔ تاکید ہے۔ والسلام

بخدمت گرامی ابنِ انشا صاحب۔ کراچی

مخلص
خاور

مکتوبِ ابنِ انشا

—۱—

خاور بھائی!

آپ نے دیکھا ہوگا، نہ میں فوٹو کھنچواتا ہوں نہ چھپواتا ہوں۔ بس ایک معذرت کو قبول کرو۔

ابنِ انشا

جوابِ رفیق خاور

نہیں آپ کو بخشا نہیں جا سکتا، کیوں کہ اس سے ہماری Plan درہم برہم ہوتی ہے۔ یہ دلیل زیادہ وزن دار ہے۔ سمجھے؟

خاور

مکتوبِ ابنِ انشا

—٢—

آپ میری بات مانیے۔ میرے پاس کوئی فوٹو نہیں ہے، نہ نیا نہ پرانا۔ اگر ہوتا بھی، تب بھی میں اس کو بوجوہ چھپوانا پسند نہ کرتا۔ پلان تو جب چاہو ترمیم کر سکتے ہو لیکن اب ان کو دوبارہ میرے پاس نہ بھیجو۔ کیوں تکلیف دیتے ہو؟ واقعی میرے پاس کوئی فوٹو نہیں ہے اور چھپوانے میں، یعنی کھچوانے کے بعد چھپوانے میں کئی مصلحتیں مانع ہیں اس لیے میں چار پانچ سال سے سب دوستوں سے شرمندہ ہوتا رہا ہوں۔ چھوڑو، کسی اور کو چھاپو۔ بس اب فوٹو کے بغیر ہی کام چلایئے تو بہت ممنون ہوں گا۔

ابنِ انشا

میرا جنوری کا پرچہ آپ ہی کے پاس ہے نا؟

—٣—

٥/١٧ (٨)

بھائی خاور!

یہ غزل ماہِ نو کے لیے ہے۔ اتوار کو آپ ملے تھے۔ میں آپ کو بالمشافہ دینا بھول گیا۔ عبید صاحب (٩) میرے دوست ہیں اور ساتھ پڑھتے ہیں۔ آج کل کی عام غزلوں کے مقابلے میں بہت اچھی غزل ہے۔ جولائی کے پرچے میں چھپ جائے گی؟

ابنِ انشا

(ابوالجلال ندوی کے خطوط)

—١—

محترمی!

آپ ترجمہ کر سکتے ہیں۔ چند اصلاحوں کی ضرورت ہے اور کچھ اضافہ ضروری ہے۔ دو ایک روز میں آپ کے پاس

روانہ کرتا ہوں۔

جناب رفیق خاور صاحب، مدیر ماہِ نو
Post Box No. 701, Karachi, Pakistan

ابوالجلال ندوی
۲۱رفروری ۱۹۵۳ء
Abul Jalal Nathuri, Jamalia College.
P. B. Madras 12.

—۲—

مکرّمی!

وعلیکم السلام۔نوازش نامہ مؤرّخہ ۲۱رنومبر پہنچا۔آپ نے بہت دیر بعد یاد کیا۔اس عرصے میں، میں نے تقریباً ۱۵۰۰ برس کی مہریں پڑھ لی ہیں۔کچھ خیالات بدل گئے ہیں۔وہ مضمون بسترِ علالت سے بھیجا تھا، اس کی نقل موجود نہیں ہے اس لیے یہ بتانا مشکل ہے کہ اس میں کیا کیا اصلاحیں ہونی چاہییں۔اِن شاء (اللہ) ایک ہفتہ [کذا] کے اندر دوسرا مضمون لکھ کر روانہ کرتا ہوں۔بہتر ہے کہ آپ کچھ دنوں انتظار کریں۔

بملاحظہ جناب رفیق خاور صاحب، مدیر ماہِ نو
Post Box No. 701, Karachi, (Pakistan)

ابوالجلال ندوی
۴رنومبر ۱۹۵۳ء(۴)
Jamalia Madresa
Perembor Barrack
Madras

—۳—

Madras
۱۷ردسمبر ۱۹۵۳ء

جنابِ من!

میرا مضمون جو کہ تقریباً دو برس ہوتے ہیں آپ کے پاس سندھی مہروں کی بابت بھیجا گیا ہے۔براہِ مہربانی واپس

بھیج دیجیے۔ عنایت ہوگی۔[۱۰] قدرشناسی کا شکریہ۔

جناب رفیق خاور صاحب، مدیر ماہِ نو
Karachi, Pakistan

ابوالجلال ندوی
جمالیہ عربک کالج، پیرمبور، مدراس
پیرمبور۔ Peerambour

—۴—

۴؍ستمبر ۱۹۵۷ء

محترم جناب خاور صاحب

السلام علیکم۔ کرم نامہ ملا۔ آپ کا یہ مشورہ بجا ہے کہ یہ تحقیق ایک مستقل کتاب کی صورت اختیار کرلے لیکن شاید آپ کو دشواریوں کا علم نہیں۔ مستقل کتاب میں ہر مسئلۂ متعلقہ پر روشنی ڈالنی ہوگی۔ اس کے لیے حسبِ ذیل اشیا کی ضرورت ہوگی۔

(۱) تمام مہروں کے عکس۔
(۲) تمام نقوشِ ظروف کے عکس۔
(۳) عراق میں جو مہریں ملی ہیں ان کے عکس۔
(۴) ہندوستان اور پاکستان میں جس قدر تحقیقات ہوچکی ہے، سب کا مفصل علم۔
(۵) عراق کی تاریخی بستیوں خصوصاً ان اماکن سے متعلق ہستیوں کے متعلق حسبِ ضرورت معلومات جن میں سندھی مہریں ملی ہیں۔

[۱۱]جس قدر سبائی کتبے شائع ہوچکے ہیں، ان کو حاصل کرنا۔ ان باتوں کے بغیر اپنے موضوع سے پورا انصاف نہیں کرسکتا۔ ہماری قوم کا یہ حال ہے کہ ایک یورپی کوئی خیالِ بے دلیل ظاہر کردے تو وہ مسلّمات میں داخل ہوجاتا ہے اور میرے جیسوں کی مدلل باتیں ''تحقیقات سے پتا چلتا ہے'' کہ وہ تحقیقات کے تذکرہ [کذا] کے بغیر مسترد کردی جاتی ہیں۔ مستقل کتاب لکھنے کے لیے تنہا کافی نہیں ہوں، اس کے لیے مددگاروں کی ضرورت ہے۔ آپ کو شاید اندازہ ہوگا کہ نقوش کو نقل کرنا، بار بار نقل کرنا، مختلف (...)[۱۲] سے نقل کرنا کتنا مشکل کام ہے اس لیے جس قدر مضمون میں نے دیا ہے

وہی ایک مستقل رسالے کی صورت میں مع مضمون شائع ہو جائے تو بہتر ہے۔ میرے پاس جس قدر سرمایہ جمع ہوسکا ہے، اس کو مرتّب کر رہا ہوں، پھر بھی خود مجھے اپنی محنت ناکافی نظر آتی ہے لیکن قصور میری سہل انگاری کا نہیں ہے بلکہ میری جیب کا قصور ہے۔ اگر آپ طباعت کا انتظام کر سکتے ہیں تو میں نہایت خوش ہوں لیکن سوچ لیجیے مضمون کی تیاری کا انداز[ہ] کرنا مشکل ہے۔ خود صحیح کتابت اور صحیح طباعت پر کافی خرچ ہوگا جس کا اندازہ مجھ سے بہتر آپ کر سکتے ہیں۔ مجھے تو نقلِ مضمون کا خرچ بھی گراں معلوم ہوتا ہے۔ اپنی بے نقط اور ناقص تحریر کا خیال کر کے میں نے کاتبوں اور نقاشوں سے کام لینا چاہا تو اتنا مطالبہ کیا گیا جس کو میں منظور نہیں کر سکا۔

جامہ ندارم دامن از کجا آرم

میرے پاس ۱۵۰۰ مہروں کی نقلیں تیار ہیں۔ تختۂ نقوش تیار ہے جس کے بغیر اجنبی نقوش پہچانے نہیں جاسکتے۔ مگر اس کی طباعت کے وقت میری موجودگی ضروری ہوگی۔ ذرا سی لغزش بات بدل دے گی اس لیے میں نے گزشتہ مضمون میں لکھا ہے کہ نقوش ہو بہو نقل کیے جائیں، حتیٰ [کہ] ترچھے نقوش کو سیدھے بھی نہ کیا جائے۔ اجنبی اور نامانوس نقوش کا مانوس نقوش سے ناتہ [کذا] جوڑنے کی ضرورت ہے کہ ذرا ذرا سے فرق کو بھی وضاحت کے ساتھ دکھایا جائے۔

میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ ہوسکے تو اس مضمون کا جو آپ کے پاس ہے ایک مختصر خلاصہ آپ اپنی طرف سے شائع کر دیں۔ طرزِ بیان اور طرزِ استدلال ایک غیر جانب دار مبصر کا ہو۔ اس میں آپ خود بھی اگر کوئی قابلِ اعتراض یا مزید تشریح کی محتاج کوئی بات پائیں تو اس کو بھی ظاہر کر دیں۔ ایک محقق اپنے خیالات میں بعض وقت ایسا ڈوبا ہوتا ہے کہ دوسری اہم باتوں کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی۔ اعتراض کرنا یا مزید تشریح طلب کرنا محقق کی توہین نہیں بلکہ اس کی امداد ہے بشرطے کہ معترض کا مقصد محض تردید یا تکذیب نہ ہو۔

اُمید ہے کہ تین ماہ کے اندر ملاقات ہوگی۔ بچیاں کراچی پہنچ چکی ہیں۔ اب مجھے بھارت اور پاکستان دونوں ملکوں کی حکومت سے اجازت لینا ہے۔ میرے مقصدِ سفر میں اس مضمون کی تکمیل بھی داخل ہوگی اور یہی اہم ترین مقصد ہوگا۔

والسلام

ابوالجلال ندوی

مدرسۂ جمالیہ

پیرمبور بیرکس

مدراس۔ ۱۲

(احمد ندیم قاسمی کے خطوط)

—۱—

عقب دیال سنگھ لائبریری ۱۷/اکتوبر ۱۹۵۹ء(۱۳)

نسبت روڈ۔ لاہور

محبِ مکرم۔ سلام مسنون

گرامی نامہ ملا۔ شکریہ۔ میں دسمبر نمبر میں ضرور شامل ہوتا مگر اس دوران میں کچھ لکھا نہیں ہے۔ بالکل ''تہی دست'' ہو رہا ہوں۔ آپ نے صرف ایک ہفتے کے اندر کچھ بھجوانے کو کہا ہے اور وہ ایک ہفتہ گزر بھی چکا ہے (میں ان دنوں گاؤں میں تھا)۔ امید ہے آپ میری معذرت قبول کر لیں گے۔ اس دوران میں کوئی چیز ہوگئی تو پیش کر دوں گا۔ وقت ہوا تو اسے دسمبر نمبر میں شامل کر لیجیے گا، ورنہ آئندہ سہی۔

اُمید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

مخلص

ندیم

—۲—

فنون ۱۳/اکتوبر ۱۹۶۴ء

۱۷۰، انارکلی۔ لاہور

محبِ مکرّم، تسلیم

کرم نامہ بروقت مل گیا تھا۔ میں اسے لے کر محترم ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ بے حد شفقت سے پیش آئے۔ آپ کا خط پڑھے بغیر رکھ لیا اور کہا کہ تمھیں سفارش کی کیا ضرورت تھی۔ بہرکیف یقین مانیے، ان سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ انھوں نے میرا کام بھی کر دیا تھا مگر آخری مرحلے میں ایک مشکل پیش آ گئی جسے دور کرنا ڈاکٹر صاحب کی بجائے میرے عزیز کا فرض تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کم سے کم ایک برس کا بانڈ لکھ کر دینے کو کہا تھا اور ظاہر ہے یہ معقول بات تھی مگر میرے عزیز سی ایس پی کے چکر میں تھے۔ انھوں نے سوچا، اگر میں ایک سال تک یہاں کی ملازمت نہ چھوڑ سکا اور کوئی دوسرا موقع ہاتھ سے نکل گیا تو کیا ہوگا۔ سو انھوں نے معذرت کر دی۔ میں اور میرے عزیز آپ کی اور ڈاکٹر صاحب کی توجہ اور مہربانی کے دل سے ممنون ہیں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

ایک بار پھر آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مخلص

ندیم

(اشرف صبوحی کا خط)

—۱—

چونی منڈی، لاہور

۳/ مارچ ۱۹۵۳ء

مکرّمی خاور صاحب! تسلیم

پان کے عنوان سے جو کچھ قلم بند کیا تھا، آپ کے ملاحظے کے لیے ارسالِ خدمت ہے۔ پسندِ خاطر ہو تو رکھ لیجیے ورنہ واپس فرما دیجیے گا۔ ممنون ہوں گا۔

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ (۱۴)

نیاز کیش

اشرف صبوحی

(جوابی خط از رفیق خاور)

—۱—

۵/ مارچ ۱۹۵۳ء

مکرّمی تسلیم!

آخر آپ نے یاد فرما ہی لیا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ ہمیں بھول چکے ہوں گے لیکن تازہ عطیے نے بڑی تشفی اور حوصلہ افزائی کی۔ میں خود بھی آپ کی طرف لکھنا چاہتا تھا لیکن مصروفیتیں بڑی بے پناہ قسم کی واقع ہوئی ہیں۔ آج جب آپ کا نوازش نامہ ملا اور اس کے ساتھ گراں قدر ہدیہ ملا تو وہ سمندِ شوق پر تازیانہ ثابت ہوئے۔ ابھی افسانہ پڑھا نہیں۔ کوشش کروں گا کہ اسے جلد ہی کام میں لاؤں۔ آئندہ بھی یاد فرماتے رہیں اور اپنے نقوش برابر بھیجتے رہیں۔ رسالہ تو باقاعدہ مل رہا ہوگا۔ والسلام۔

بخدمت جناب اشرف صبوحی صاحب
چونا منڈی، لاہور

نیاز مند
خاور

—۲—

شاہی محلّہ

لاہور

۶/اپریل ۱۹۵۷ء

محبِ مکرّم

تسلیم۔ اگلے وقتوں کا ایک کیریکٹر تو میں نے آپ کا خط ملنے کے بعد ہی لکھنا شروع کر دیا تھا جس کی تکمیل [شان الحق] حقی صاحب کے خط ملنے کے بعد ہوئی۔ چناں چہ کل میں نے اپنا مسودہ انھی کے نام روانہ کر دیا ہے اور اس میں آپ کا ذکرِ خیر بھی کر دیا ہے۔(۱۵)

اس کیریکٹر میں غدر کے زمانے کی بہت سی باتیں اور ان کے علاوہ مزاح اور حزن کی چاشنی بھی ہے۔ اگر پسند آجائے تو اس کے معاوضے میں خست نہ برتیے۔ اس سے قبل میں نے اس معاملے میں کبھی آپ سے کچھ نہیں کہا ہے۔

امید ہے کہ آپ اس کی رسید سے مطلع فرمائیں گے۔

بخدمت جناب رفیق خاور صاحب مدیر ماہِ نو — مخلص

کراچی۔ Mah-e-Nau, Post Box 183, Karachi — اشرف صبوحی

(اشفاق احمد کا خط)

—۱—

از مزنگ روڈ، لاہور

۱۶/جون ۱۹۵۳ء

برادرم سلامِ مسنون۔

معذرت کراچی پہنچ کر طلب کروں گا اور مکافات نیا افسانہ بھیج کر کروں گا۔ یہ کہانی بڑی پریشانی میں لکھی ہے۔ میں لکھتا رہا اور پلٹ کر نہیں دیکھا کہ کیا لکھا ہے۔ بہت ممکن ہے اس میں کہیں کہیں کوئی لفظ رہ گیا ہو۔ کتابت کے لیے دینے سے پہلے ایک نظر غور سے دیکھ لیجیے گا۔

کوشش مسلسل است و پریشاں چو زلفِ یار
عیبم مکن کہ در شبِ ہجراں نوشتہ ایم

دوحرفی رسید ضرور بھجوائیے گا۔[۱۵]

والسلام
مخلص
اشفاق احمد

(انتظار حسین کے خطوط)

—۱—

Afaq
Pakistan's most popular National Urdu daily

Grams: Dailyafaq
Phone: 3267

روزنامہ آفاق لاہور
۲۲۰ فیروز پور روڈ، لاہور[۱۶]

محترم!

آداب! آپ کا خط ملا۔ یاد آوری کا بہت ممنون ہوں۔ میں افسانہ لکھ رہا ہوں، اِن شاء اللہ جلد آپ کی خدمت میں پیش کروں گا لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ افسانہ بھیجنے پر مجھے معاوضہ مل جائے۔ سچ پوچھیے تو افسانہ ہی کا معاوضہ آپ اتنی تاخیر سے بھیجتے ہیں کہ سارا مزہ کرکرا ہوجاتا ہے۔

انتخابِ ماہِ نو مل گیا۔شکریہ۔آخر میری شکایت نے اثر کیا اور معاوضہ؟ آداب۔

آپ کا انتظار حسین

۱۲/مئی ۱۹۵۳ء

—۲—

۲۲۰ فیروز پور روڈ
لاہور

مکرّمی

تسلیم۔ لاہور میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ اب میں تحریری ملاقات آپ سے کررہا ہوں۔ مجھے اس کا افسوس ہے

کہ یہ ملاقات کچھ ناخوش گوار ہوگی۔

آپ مجھ سے افسانہ لے گئے تھے اور اس واضح اور قطعی شرط پر لے کر گئے تھے لیکن اب میں نے اسے ماہِ نو میں دیکھا ہے تو اس کی شکل خاصی بدلی ہوئی نظر آئی اور ایسے فقرے اس میں سے حذف کیے گئے ہیں جن کا پلاٹ سے گہرا تعلق ہے۔ اگر آپ کو ان فقروں پر اعتراض تھا تو افسانہ تو آپ سن چکے تھے، اس وقت ان پر اعتراض کیوں نہیں کیا۔ اگر بعد میں خیال آیا تھا تو مجھ سے کم از کم آپ پوچھ تو لیتے۔ اگر ماہِ نو نے بے پوچھے گچھے فرعون مزاجی کے انداز میں دوسروں کی تحریروں پر قلم چلانے کا یہ شرم ناک طریقہ اس زعم میں اختیار کیا کہ وہ ایک سرکاری پرچہ ہے تو یہ طریقہ اور بھی زیادہ شرم ناک ہوجاتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ دوسرے لکھنے والوں کے ساتھ آپ کیا کچھ کرتے ہیں اور ان کا اس بارے میں ردِعمل کیا ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نہ تو ماہِ نو میں اپنے نام کی اشاعت اپنے لیے قابلِ فخر سمجھتا ہوں، نہ اس کے معاوضے میں مجھے کوئی خاص کشش نظر آتی ہے لیکن یہ سب باتیں آپ سے کہنی بے سود ہیں۔ میں ماہِ نو کی اس شرم ناک روش کے خلاف باقاعدہ کسی پرچے میں مفصل احتجاج کروں گا۔

اب آپ بس مہربانی فرما کر اتنا کریں کہ میرے افسانے کی اصل مجھے بھجوا دیں۔ ماہِ نو کا خاص نمبر بھی مجھے نہیں ملا ہے۔ خیر، وہ نہ ملے مجھے اس کی کوئی شکایت نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ میں اس پرچے کو اپنے فائل میں نہیں رکھوں گا اور وہ معاوضہ؟ ماہِ نو کی اس بددیانتی کے بعد تو میں اسے جلدی وصول کرنے کا حق دار ہوجاتا ہوں۔

خاور صاحب برا نہ مانیے۔ آپ کی ذات سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ یہ آپ کی ذات کی بات نہیں۔ میرے غصے کا رُخ ماہِ نو اور اس کی شرم ناک روایت کی طرف ہے۔ اُمید ہے کہ آپ نجی طور پر اس بات کو محسوس نہیں کریں گے۔

آپ کا

انتظار

—۳—

۲۲۰ فیروز پور روڈ

لاہور

بھائی رفیق خاور صاحب

آداب۔ آپ کا دوسرا خط ملا۔ یاد آوری کا بہت شکر گزار ہوں۔ نومبر کے لیے تو معاف ہی کر دیجیے۔ اتنی عجلت میں کچھ بھی بھیجا تو کیا فائدہ، نہ آپ کو چھاپنے میں لطف آئے گا نہ مجھے چھپوانے میں۔ ویسے میں جلد آپ کو ایک افسانہ بھیجنے

والا ہوں۔ ایک بات اور بھی ہے، ماہِ نو کے لیے بہت خاص طور پر افسانہ لکھنا پڑتا ہے۔ اپنے اوپر کچھ پابندیاں عائد کرنی پڑتی ہیں کہ بھئی ایسا ویسا لفظ منھ سے نہ نکل جائے۔ خیر۔

ایک دوسرے صاحب کا ایک افسانہ روانہ ہے جو حلقۂ اربابِ ذوق میں پڑھا گیا تھا اور پسند بھی کیا گیا تھا۔ نیا نیا لکھنا شروع کیا ہے اس لیے آپ کو براہِ راست بھیجنے کی جرأت نہ کر سکے۔ آپ اسے دیکھ لیں، شاید یہ آپ کے کام کا ہو لیکن کام کا نہ ہو تو بلا تکلف مجھے بتا دیجیے گا اور واپس بھیج دیجیے گا۔ [۱۷]

آپ کے استقلال نمبر[۱۸] کی بات تو پرانی ہوئی۔ اب کیا اس پر اظہارِ رائے کروں اور آپ کو مبارک باد دوں۔ ہاں یہ ماہِ نو کے صفحوں میں گنجائش نہیں ہوتی یا عسکری صاحب[۱۹] ہی کو جھلکیاں لکھتے لکھتے دریا کو کوزے میں بند کرنے کا شوق لگ گیا ہے۔

آپ کا
انتظار حسین

—۴—

Saigol Publications Limited
(Chairman: Mian M. Sayeed Saigol)
Publications:
The Daily *Afaq* Lahore
The Daily *Afaq* Lyallpur

Phone: 5743
Gram: Afaq
Offices:
42 Lawrence Road
72 The Mall
P. B. No. 512
Lahore——195

خاور صاحب!

آداب۔ بہت دنوں میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ بھی آپ کی فرمائش پر آنا کانی کر کے اپنی گزارش پیش کر رہا ہوں۔ آپ کی فرمائش کے سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کو افسانے پر اصرار نہ ہو اور میراجی پر لکھا ہوا مضمون قابلِ قبول ہو تو کیا اچھا ہو اور اب اپنی ضرورت آپ سے عرض کرتا ہوں۔ اب سے غالباً ڈیڑھ دو سال[۲۰] پہلے کی بات ہے کہ پرانے [کذا] میں ایک افسانہ اجنبی پرندے[۲۱] اور شہر بے داغ، ماہِ نو میں شائع ہوئے تھے۔ ان کی نقل میرے پاس سے غائب ہے اور یہاں کسی سے دستیاب نہ ہو سکی۔ اگر آپ تھوڑی سی زحمت اٹھا کر ان پرچوں کو ڈھونڈیں اور مجھے بھیج دیں تو میں آپ کا تہِ دل سے ممنون ہوں گا۔ اپنے مجموعے کی

ترتیب کے سلسلے میں اس کی مجھے فوری ضرورت ہے۔ کیا میں آپ کے جواب کا انتظار کروں؟
اور آپ کے مزاج کیسے ہیں۔

نیازمند
انتظار حسین

حواشی

۱۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: احمد حسین صدیقی (مرتّب)، دبستانوں کا دبستان، جلد دوم، (کراچی: قرطاس، اپریل ۲۰۰۵ء)
۲۔ جگن ناتھ آزاد کی سوانحی تفصیلات کے لیے: ہندوستان کے اردو مصنفین اور شعرا، مرتبین: گوپی چند نارنگ، عبداللطیف اعظمی (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۶ء)، ص ۵۶۔۵۵؛ نیز مالک رام، تذکرۂ ماہ و سال (دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۹۱ء)، ص ۶۶۔۶۵
۳۔ منیر احمد سلیچ، بجھتے چلے جاتے ہیں چراغ، (لاہور کینٹ: قلم فاؤنڈیشن، انٹرنیشنل، ۲۰۱۸ء)، ص ۵۵؛ نیز ریاض احمد ریاض، ابنِ انشا (کراچی: انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، ۱۹۸۸ء)، متفرق صفحات۔
۴۔ دبستانوں کا دبستان، کراچی، جلد دوم، محولۂ بالا، ص ۳۰۔۲۹، نیز محمد سہیل شفیق، وفیاتِ معارف (کراچی: قرطاس، ۲۰۱۳ء)، ص ۴۳۴۔۴۳۳
۵۔ اسلم فرّخی، آصف فرّخی (مرتبین)، بزمِ صبوحی، (کراچی: شہرزاد، ۲۰۰۸ء)، ص ۱۹۔۵
۶۔ بجھتے چلے جاتے ہیں چراغ، محولۂ بالا، ص ۸۱
۷۔ نام اور پتا انگریزی میں تھے۔
۸۔ ابنِ انشا ۱۹۵۸ء۔۱۹۵۶ء میں کراچی یونی ورسٹی میں ایم اے اردو کے طالبِ علم تھے۔ یہ خط اسی زمانے میں تحریر کیا گیا تھا۔
۹۔ ابنِ انشا کے ہم جماعت کی غزل کے نیچے شاعر کا نام اور پتا درج تھا— عبیداللہ خاں۔ پہلی منزل، رضوی اسپتال، برنس روڈ، کراچی۔
۱۰۔ کارڈ پر ۵؍دسمبر ۱۹۵۳ء کی مہر ثبت تھی، اس لیے یہ خط غالباً ۴؍دسمبر ۱۹۵۳ء کو تحریر کیا گیا تھا۔ ۴؍نومبر ۱۹۵۳ء کی تاریخ کا اندراج سہوِقلم کا نتیجہ تھا۔
۱۱۔ سیّد ابوالجلال ندوی صاحب اپنی تحریر سے مطمئن نہ ہوتے۔ اپنے مقالات میں غیر ضروری تفاصیل سمو دیتے اور مضمون طوالت اور بے کیفی کی نذر ہو جاتا۔ مضمون کو اختصار اور تلخیص کے عمل سے گزارتے تو اپنی تحریر کو طبیعت کے موافق نہ پاتے۔ اس عادت کی بنا پر ان کے بہت سے علمی کام منظرِ عام پر نہ آسکے۔

موہن جوڈارو کی مہروں کی تفہیم و توضیح ان کا بے مثل کارنامہ تھا۔ انھوں نے دلائل سے ثابت کیا تھا کہ موہن جوڈارو کا خط قدیم عبرانی اور عربی رسم الخط سے تعلق رکھتا تھا۔ وادیٔ سندھ کی تہذیب پر مشرقِ وسطیٰ کی تہذیبوں کے گہرے اثرات مرتب ہوئے تھے۔ وہ بنو اسرائیل کے انبیا کی تعلیمات سے بخوبی واقف تھے۔ ندوی صاحب کا پہلا مضمون انجمن ترقیٔ اردو کے رسالے تاریخ و سیاسیات میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد ماہِ نو میں ان کے مضامین چھپے۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: احمد حسین صدیقی، دبستانوں کا دبستان، جلد دوم، محولۂ بالا، ص ۳۰، نیز ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، وفیاتِ معارف، محولۂ بالا، ص ۴۳۴۔۴۳۳۔
۱۲۔ لفظ پڑھا نہ جاسکا۔ غالباً مصنف کی مراد ''تختیوں'' سے تھی۔
۱۳۔ خط کے حاشیے پر ماہِ نو کے عملے کے جواب دینے کی تاریخ ۲۰؍اکتوبر ۱۹۵۹ء درج تھی۔

۱۴۔ خط کے آخر میں ''نقلِ جواب پشت پر ہے'' درج تھا۔ خاور صاحب نے ۵/مارچ ۱۹۵۳ء کو خط اور مضمون ملنے کی تصدیق کی تھی۔
۱۵۔ خط کے حاشیے میں مکتوب الیہ تک پہنچنے کی تاریخ ۱۸/جون ۱۹۵۳ء لکھی تھی۔
۱۶۔ انگریزی میں روزنامہ آفاق کا پتا 72, The Mall, Lahore لکھا تھا، اسے کاٹ کر انتظار حسین صاحب نے گھر کا پتا تحریر کیا تھا۔
۱۷۔ خط کے حاشیے میں اس افسانے کے متعلق مندرجہ ذیل نوٹ لکھا گیا تھا:

Return the story and then send back the letter to me.

اس نوٹ پر ۱۵/اکتوبر کی تاریخ درج تھی۔

۱۸۔ استقلال نمبر، ماہِ اگست میں شائع ہوتا تھا۔
۱۹۔ مشہور نقاد محمد حسن عسکری۔
۲۰۔ خط پر تاریخ نہ تھی لیکن قرائن سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ خط ستمبر ۱۹۵۸ء اور مارچ ۱۹۵۹ء کے درمیان لکھا گیا تھا۔
۲۱۔ پنسل سے مدیرِ ماہِ نو نے لکھا تھا ''اجنبی پرندے'' مارچ ۵۷ء

مآخذ

۱۔ رام، مالک، تذکرۂ ماہ و سال، دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۹۱ء۔
۲۔ ریاض، ریاض احمد، ابنِ انشا، کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان، ۱۹۸۸ء۔
۳۔ سلیچ، منیر احمد، بجھتے چلے جاتے ہیں چراغ، لاہور کینٹ: قلم فاؤنڈیشن، انٹرنیشنل، ۲۰۱۸ء۔
۴۔ شفیق، محمد سہیل، وفیاتِ معارف، کراچی: قرطاس، ۲۰۱۳ء۔
۵۔ صدیقی، احمد حسین (مرتّب)، دبستانوں کا دبستان، جلد دوم، کراچی: قرطاس، اپریل ۲۰۰۵ء۔
۶۔ فرّخی، اسلم، فرّخی، آصف (مرتبین)، بزمِ صبوحی، کراچی: شہرزاد، ۲۰۰۸ء۔
۷۔ نارنگ، گوپی چند، اعظمی عبداللطیف (مرتبین)، ہندوستان کے اردو مصنفین اور شعرا، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۶ء۔